روشن تھا جس قمر سے آسمانِ دیوبند

استاذ الاساتذہ علامہ قمر الدین صاحب گورکھپوریؒ

(شیخ الحدیث ثانی دارالعلوم دیوبند)

ولادت: ۱۲/۱/۱۳۵۶ھ، مطابق ۲/۲/۱۹۳۸ء، بدھ، وفات: ۱۹/۶/۱۴۴۶ھ، مطابق ۲۲/۱۲/۲۰۲۴ء، اتوار

از: محمد حبان بیگ قاسمی علی گڑھی

(شعبۂ ترتیبِ فتاوی دارالعلوم دیوبند)

تاثرات

استاذِ عالی وقار، استاذ الاساتذہ حضرت اقدس علامہ قمر الدین صاحب گورکھپوری نور اللہ مرقدہ نہایت قابلِ رشک، سنتوں سے آراستہ اور اتباعِ شریعت سے پیراستہ؛ پاکیزہ زندگی گزار کر مالکِ حقیقی سے جا ملے، حضرت والا اسلاف کی یادگار اور اکابرِ دیوبند کا عکسِ جمیل تھے، تقریباً نصف صدی سے زائد پر محیط آپ کا علمی واصلاحی سفر منزلِ دوام کو پہنچا، آپ کے فیوضِ نورانی سے ایک عالم سیراب ہوا، تدریس وتربیت کے سنگم نے آپ کے درس کو شرابِ دوآتشہ بنا دیا تھا، جس سے علم وتزکیہ کا خمار یک بارگی چڑھتا؛ علمی جواہر پاروں کے ساتھ اصلاحی حواشی نہ جانے کتنے لوگوں کے لیے نشانِ منزل بنے، اور صدقاتِ جاریہ کا ایک عظیم ذخیرہ چھوڑ کر آپ ابدالآباد کے لیے اپنے درجات کی بلندی کے وسائل چھوڑ گئے، در کفے جامِ شریعت، در کفے صندانِ عشق کی آپ تصویر تھے۔

ایسے عظیم مربی اور کریم استاذ کے وصال سے جو گہرا صدمہ پہنچتا ہے انہیں الفاظ کا جامہ پہنانا ممکن نہیں، آپ کی صفاتِ حمیدہ اور خصائلِ محمودہ کے ذکر سے قلم وقرطاس عاجز ہیں؛ اور ویسے بھی آپ استاذوں کے استاذ تھے؛ اس لیے آپ پر خامہ فرسائی مجھ بے بضاعت کے لیے چھوٹا منھ بڑی بات ہے۔

شاگرد ہیں ہم میرؔ سے استاد کے راسخؔ ❁ استادوں کا استاد ہے استاد ہمارا

(راسخؔ عظیم آبادی)

مگر کچھ یادیں اور تاثرات بے ساختہ نوکِ قلم آئے اور زینتِ قرطاس بنتے گئے، جن کو نظرِ قارئین کرنا اپنے لیے سعادت سمجھتا ہوں:

دراز قد، نورانی چہرہ، آثارِ سجود سے مزین کشادہ پیشانی، آنکھوں سے ہویدا ہوتی رقتِ قلبی، صاف رنگ اور اس پر صبغتِ الٰہی، سفید لباس موافق سنتِ نبوی، مثالی بود و باش؛ گویا سراپا ہی ایسا تھا جیسے کوئی نورانی مخلوق جلوہ افروز ہو، پھر اُس پر مستزاد اخلاقِ عالی، باتوں میں چاشنی، زبان میں مٹھاس، خلوص وللّٰہیت اور بندگانِ خدا کے تئیں جذبۂ ایثار وہمدردی، حکمت وموعظت سے لبریز گفتگو، درس وتدریس کا نرالا انداز؛ جو لطیف اشعار، بامعنی لطیفے اور اکابر واسلاف کی زندگیوں کا مرقع ہوتا، پہلی بار دیکھنے اور برتنے والا یہی تصور کرتا کہ کسی فرشتہ نما مخلوق نے انسانیت کا روپ دھارا ہے۔

آپ حضرتِ والا کو دورۂ حدیث شریف کے بعد بیضاوی کے سبق میں قریب سے دیکھنے کا موقع ملا، درسِ تفسیر تھا یا گنجینۂ علوم ومعارف: تفسیری نکات کے ساتھ ساتھ پیغامِ خداوندی کی روح سے آپ واقف کراتے، علمی موشگافیوں کے ساتھ عملی جذبات آپ کے درس میں بیدار ہوتے،

درمیانِ درس بڑے ہی پرلطف انداز میں اکابر کے واقعات اور نشانِ قدم سے روشناس کراتے، برمحل اشعار اور موقع بہ موقع لطیفوں سے غنودِ محفل توڑتے اور سبق کب شروع ہوتا اور کب ختم ہو جاتا پتا بھی نہ چلتا تھا۔

گزرے بہت استاد مگر رنگِ اثر میں ۞ بے مثل ہے حسرتؔ، سخنِ میرؔ ابھی تک

(حسرتؔ موہانی)

علامہ بلیاویؒ سے قربت اور خدمتِ خاص کی وجہ سے آپ کے اندر اُن کا رنگ و آہن نمایاں تھا اور دورانِ درس جا بہ جا اُن کا تذکرہ بھی فرمایا کرتے، علامہ بلیاویؒ کی وراثتِ علمی نے جہاں آپ کو جلالتِ علمی کی شان عطا کی تھی؛ وہیں حضرت ہردوئی علیہ الرحمہ کی نگاہِ کیمیا اثر نے آپ کے اندر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا خاص ذوق پیدا کر دیا تھا، موعظتِ حسنہ اور داعیانہ انداز میں آپ منکرات پر تنبیہ فرمایا کرتے، آخرت کی یاد اور جلوت و خلوت کی پاکیزگی پر آپ بہت زور دیا کرتے تھے، اور اکبرالہ آبادی کا یہ شعر بار بار دورانِ درس سنایا کرتے:

بہت مشکل ہے بچنا بادۂ گلگوں سے خلوت میں ۞ بہت آساں ہے یاروں میں معاذ اللہ کہہ دینا

(اکبرؔ الہ آبادی)

دینی تعلیم کی اہمیت اور عظمت کو بھی بار بار دل نشیں کراتے اور زمانے سے متاثر و مرعوب نہ ہونے کی تلقین فرماتے، قرآن و حدیث کی اس تعلیم کے رتبے اور مرتبے کو جاگزیں فرماتے، اور یہ احساس دلاتے کہ تم جو تعلیم حاصل کر رہے ہو اس کی قیمت یہ دنیا کبھی نہیں لگا سکتی، اس کی قیمت کا اندازہ تو عنداللہ ہوگا، فرماتے کہ عصری علوم اگر حاصل بھی کرو تو اپنی پہچان نہ مٹانا، متاثر کرنا خود متاثر نہ ہو جانا، جو قیمتی خزانہ تمہارے پاس ہے وہ وہاں نہیں، اس ضمن میں اکبرالہ آبادی کے یہ اشعار بھی بڑے لطف کے ساتھ سنایا کرتے:

ہے دلِ روشن مثالِ دیوبند ۞ اور ندوہ ہے زبانِ ہوش مند

ہاں علی گڑھ کی بھی تم تشبیہ لو ۞ اک معزز پیٹ بس اُس کو کہو

(اکبرؔ الہ آبادی)

معاشرتی پہلوؤں سے بھی آپ کے نصائح حرزِ جاں ہیں، ایک بار دورانِ درس فرمانے لگے کہ کبھی کبھی اپنے گھر والوں کے ساتھ کہیں تفریح کے لیے بھی جانا چاہیے، اور فرمایا کہ جب میری شادی ہوئی تو میں گھر والوں کے ساتھ کشمیر گیا تھا، اس سے ان کا مزاج بدلتا ہے اور ذہنی فرحت کا بھی باعث ہے۔

دورانِ درس کسی بات کی اہمیت کے لیے انگلی سے اشارہ فرماتے اور آنکھیں کشادہ کر کے خاص انداز سے بیان فرماتے، فرمایا کرتے کہ اسے گرہ سے باندھ لے، پھر کوئی بتانے والا نہیں ملے گا، آہ! کتنا سچا تھا یہ جملہ! آج یہ حقائق یادیں بن چکے ہیں اور اشک اُن کی صداقت کے گواہ ہیں، رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً

آئے گا کون راہ دکھانے کے واسطے ۞ سینے میں آرزو کو جگانے کے واسطے

اٹھے گا کون سوز بڑھانے کے واسطے ۞ اک شمع جاں گداز جلانے کے واسطے

آپ کو کئی بزرگانِ دین سے نسبت حاصل تھی، علامہ بلیاوی رحمہ اللہ اور علامہ فخر الدین رحمہ اللہ سے علمی وراثت پائی تو وہیں خوانِ تھانوی و مدنی سے بھی آپ نے روحانی فیض پایا، ان رنگہائے بہار نے آپ کو گلدستہ بنا دیا تھا، جو آنکھوں کے لیے تسکین اور سانسوں کے لیے خوشبو فراہم کرتا۔

ذکرواذکار کے آپ اخیر عمر تک پابند رہے، سجدہائے سحر کی مخموری آپ کی سرخ آنکھوں سے اکثر چھلکتی، قریب سے دیکھنے والوں کے لیے آنکھوں کی سرخی اوراس کا ورم رات کی سسکیوں اور آہِ سحر گاہی کا ثبوت پیش کرتا، سچ یہ ہے کہ آپ کو دیکھ کر خدایاد آتا، آپ کی صحبت اور مجلس کا اثر ہفتوں زائل نہ ہوتا، ''تقویٰ صادقین کی معیت ہی کا رہین ہے''؛ اس فرمانِ خداوندی کی آپ حسی تفسیر تھے، اور ''طولِ عمر کے ساتھ حسنِ عمل کی توفیق پر بشارت ہے''؛ اس فرمانِ نبوی کی آپ واضح تشریح تھے۔

سادگی اور تواضع تو اللہ والوں کی پونجی ہے، ظاہر ہے کہ یہ خصلت بھی آپ کو للّٰہیت کے طفیل عطا ہوئی تھی، نہ ذوقِ خودنمائی، نہ تکلفِ بے جا، گھر کا سازوسامان بھی خود خریدلیا کرتے، بارہا صدر دروازے کے سامنے دکان دار کی کرسی پر بیٹھ جاتے اور ہر آنے جانے والے سے بلاتکلف سلام مصافحہ فرماتے، خیر خیریت دریافت کرتے، کبھی کسی نزاعی معاملے میں آپ کا نام دور دور تک نہ آتا، ایک خاموش جہدِ مسلسل اور فنائیت میں ڈوبی لازوال کدوکاوش نے آپ کو مرجع خلائق اور محبوبِ اساتذہ وطلبہ بنادیا تھا۔

یہ قمرِ دین گورکھپور کے ایک قصبہ بڑہل گنج میں نمودار ہوا، آسمانِ دیوبند پر بدرِ منیر بن کر چمکا، اور نصف صدی سے زائد تک اپنی ضیاء پاشی سے عالم کو منور کرتا رہا، سرزمینِ دیوبند کی یہ خوش بختی ہے کہ علم وفضل کے چاند تارے اس کے گرد ہالہ بنائے رہتے ہیں، اس سرزمین کی عظمت ان ہی اربابِ فضل وکمال سے وابستہ ہوئی اور دیکھتے دیکھتے یہ ایک دورافتادہ قصبہ پوری دنیا میں متعارف ہوگیا، اور علم وفضل کے وزن نے اس خطے کو بھی وزنی بنادیا، بڑے بڑے عبا قرۂ روزگار دور دراز سے یہاں آئے اور اپنی پوری زندگی علم وفضل کے حوالے سے اس سرزمین کے لیے وقف کردی، اور یہیں کی مٹی اوڑھ کر ابدی نیند سوگئے، کیسے کیسے آفتاب وماہتاب نے اس سرزمین کو منور کیا اور یہیں غروب ہوگئے، مزارِ قاسمی، مزارِ عابدی اور مزارِ انوری اپنے دامن میں ایسی ہی عظیم ہستیوں کو سموئے ہیں؛ جن کا وصفِ مشترک علم وفضل ہے اور بس۔

زندگی جن کے تصور سے جلا پاتی تھی ۞ ہائے کیا لوگ تھے جو دامِ اجل میں آئے

(ناصؔر کاظمی)

علامہ قمرالدین صاحب گورکھپوری نوراللہ مرقدہ بھی اسی ذہبی سلسلے کی ایک کڑی تھے، ان ہی اساطین کے نقشِ راہ کے راہ رو اور علم وفضل میں ان ہی اکابر کے جانشین اور یادگار، بخاری ثانی کا جو حصہ آپ سے متعلق تھا اسے اخیر سال میں پڑھانا تھا؛ مگر گویا موت کی آہٹ اور وصال کا مژدہ اس اللہ کے ولی کو پہلے ہی ہوگیا تھا؛ اسی لیے اپنا متعلقہ حصہ درخواست کرکے پہلے ہی پڑھادیا اور بالآخر طویل علالت کے بعد آپ بھی مسافرانِ آخرت میں شامل ہوگئے، ہزاروں طالبانِ علوم، اساتذہ ومشائخ اور ایک جم غفیر نے جانشینِ شیخ الاسلام حضرت مولانا سید ارشد مدنی صاحب دامت برکاتہم العالیہ کی اقتداء میں آپ کی نمازِ جنازہ ادا کی، اور مزارِ قاسمی میں اپنے پیش رو اکابرین کے ساتھ آپ کو بھی نم آنکھوں اور مغموم قلوب کے ساتھ سپردِ باغ کردیا گیا، تغمدہ اللہ بغفرانہٖ

جو بادہ کش تھے پرانے وہ اٹھتے جاتے ہیں ۞ کہیں سے آبِ بقائے دوام لے ساقی!

(علامہ اقبؔال)

مختصر سوانحی خاکہ

اسمِ گرامی: قمرالدین بن حاجی بشیرالدین صاحبؒ۔

ولادت: ۱؍ذی الحجہ ۱۳۵۶ھ، مطابق ۲؍فروری ۱۹۳۸ء، بہ روز: بدھ، قصبہ: بڑہل گنج، ضلع: گورکھ پور، یوپی، ہندستان میں آپ کی ولادت ہوئی۔

تعلیم: آپ کے والدِ مرحوم نے آپ کی دینی تعلیم کا انتظام فرمایا اور ابتدا میں آپ نے حضرت مولانا صفی اللہ صاحبؒ سے تعلیم حاصل کی، اس کے بعد مدرسہ احیاء العلوم مبارک پور، اور پھر دارالعلوم مئو میں زیرِ تعلیم رہے، بعد ازآں تعلیمی مراحل کی تکمیل کے لیے آپ نے دارالعلوم دیوبند کا رخ کیا اور ریکارڈ محافظ خانہ دارالعلوم دیوبند کے مطابق آپ کا ۱۶؍شوال ۱۳۷۴ھ، مطابق ۷؍جون ۱۹۵۵ء میں داخلہ عمل میں آیا اور شعبان ۱۳۷۷ھ، مطابق مارچ ۱۹۵۸ء میں آپ نے دورۂ حدیث شریف سے فراغت حاصل کی، درسِ نظامی کے بعد مزید دو سال علوم وفنون کی تکمیل فرمائی اور اس وقت کے مقتدر مشاہیر علمائے عظام سے کسبِ فیض کیا، اساتذہ کی خصوصی توجہات آپ کو حاصل رہیں اور نہایت اعلیٰ نمبرات سے آپ کامیاب ہوئے، آپ کے دورۂ حدیث شریف کے اساتذہ اور نمبرات کا نقشہ درج ذیل ہے:

نمبر شمار	کتبِ امتحان	حاصل کردہ نمبرات	اسمائے گرامی اساتذۂ کرام
۱	نسائی شریف	۵۳	حضرت مولانا بشیر احمد خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ
۲	مسلم شریف	۵۳	حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ
۳	موطا امام مالک	۵۲	حضرت مولانا ظہور احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ
۴	موطا امام محمد	۵۲	حضرت مولانا محمد جلیل صاحب رحمۃ اللہ علیہ
۵	ترمذی شریف	۵۰	حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ
۶	ابوداؤد شریف	۵۰	حضرت مولانا سید فخر الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ
۷	ابن ماجہ شریف	۵۰	حضرت مولانا ظہور احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ
۸	طحاوی شریف	۵۰	حضرت مولانا سید حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔
۹	بخاری شریف	۴۹	حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت مولانا سید فخر الدین احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ
۱۰	شمائل ترمذی	۴۹	حضرت مولانا عبد الاحد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

تدریس: علامہ بلیاویؒ کے ایماء پر ابتدا میں آپ نے مدرسہ عبد الرب دہلی میں چند سال خدمات انجام دیں، وہاں بخاری شریف کا درس بھی آپ سے متعلق ہوا اور دہلی کی کسی مسجد میں آپ تفسیر بھی فرمایا کرتے تھے، بعد ازآں ۱۱؍شوال ۱۳۸۶ھ، مطابق ۲۲؍جنوری ۱۹۶۷ء میں آپ کا دارالعلوم دیوبند میں بہ عہدہ ''مدرس عربی'' تقرر ہوا، حسنِ کارکردگی اور محنت و یکسوئی کی وجہ سے بہت جلد ترقیات سے سرفراز ہوئے، ۱۳۹۹ھ، مطابق ۱۹۷۹ء میں ترقی فرماتے ہوئے آپ درجۂ علیا کے اساتذہ میں شامل ہوئے اور تادمِ آخر اسی عظیم الہامی ادارے سے وابستہ رہ کر آپ نے مثالی خدمات انجام دیں، ابتدائی درجات سے لے کر دورۂ حدیث اور تکمیلات تک؛ مختلف علوم وفنون کی کتابیں آپ کے زیرِ تدریس رہیں اور ایک باکمال مدرس کی حیثیت سے آپ کو شہرت ملی، صحیح مسلم اور سننِ نسائی جیسی کتابیں بھی آپ سے متعلق ہوئیں اور ابنِ کثیر و بیضاوی جیسی تفاسیر کی دقیق کتابیں بھی آپ کی تدریسی صلاحیتوں کا مظہر بنیں، ۳؍ربیع الثانی ۱۴۳۸ھ، مطابق ۱؍جنوری ۲۰۱۷ء میں بخاری شریف جلد ثانی کا درس آپ کو تفویض ہوا اور تاحیات یہ درس آپ سے متعلق رہا۔

انتظامی صلاحیتوں سے بھی آپ مالا مال تھے؛ چناں چہ ۱۳۹۰ھ، مطابق ۱۹۷۰ء میں ایک مرتبہ اور ۱۳۹۴ھ تا ۱۴۰۱ھ، مطابق ۱۹۷۴ء تا ۱۹۸۱ء میں دوسری مرتبہ آپ بہ حیثیت ناظمِ دارالاقامہ متعین فرمائے گئے، نیز شعبان ۱۴۱۰ھ، مطابق مارچ ۱۹۹۰ء کو آپ نائب ناظمِ تعلیمات اور پھر شوال ۱۴۱۱ھ تا ۱۴۱۶ھ، مطابق اپریل ۱۹۹۱ء تا ۱۹۹۵ء آپ ناظمِ تعلیمات کے عہدے پر فائز ہوئے، رعب و دبدبہ اور طلبہ کے تئیں جذبۂ ہمدردی وخلوص کی

وجہ سے آپ کا نظم و نسق اور دورِ انتظام مثالی رہا۔

سنِ ہجری کے اعتبار سے تقریباً ساٹھ سال آپ نے دارالعلوم دیوبند میں ہمہ جہت خدمات انجام دیں اور ہزاروں تشنگانِ علوم نے آپ سے سیرابی حاصل کی۔

سلوک: علامہ بلیاویؒ کے توسط سے اولاً آپ نے حضرت شاہ وصی اللہ صاحب الٰہ آبادیؒ سے اصلاحی تعلق قائم فرمایا، اس کے بعد محی السنۃ حضرت شاہ ابرار الحق صاحبؒ سے متعلق ہو کر سلوک کی منازل طے فرمائیں، قربِ خاص عطا ہوا اور اجازت وخلافت سے سرفراز ہوئے، نیز آپ کو علامہ بلیاویؒ، قاری سید صدیق صاحب باندویؒ اور حضرت مولانا محمود صاحبؒ (خلیفہ حضرت شیخ الاسلام مدنیؒ) کی طرف سے بھی خلعتِ خلافت سے نوازا گیا۔

دارالعلوم دیوبند سے متصل مسجدِ طیب میں آپ کے وعظ و نصیحت کا سلسلہ زمانۂ دراز تک جاری رہا اور بے شمار لوگوں نے آپ کی نورانی مجالس سے روشنی حاصل کر کے اپنے سفرِ آخرت کو سنوارا، ۱۳۸۲ھ، مطابق ۱۹۶۳ء میں سفرِ حج کے دوران حضرت مولانا سعید احمد خاں صاحبؒ کی توجہ اور اعتماد پر حرم شریف کے اندر تقریباً دو ماہ تک بعد مغرب روزانہ ایک بڑے مجمع کو وعظ و نصیحت فرمانے کی عظیم سعادت آپ کے نصیب میں آئی، حضرت شاہ وصی اللہ صاحبؒ بھی آپ سے بے پناہ محبت فرمایا کرتے تھے اور حضرت ہردوئیؒ کا بھی اعتماد آپ کو حاصل تھا؛ چناں چہ آپ سے اپنی مسجد میں تقریر کروایا کرتے تھے اور آپ کی آمد پر خوشی و مسرت کا اظہار فرمایا کرتے تھے، کئی برس تک آپ نے مسجد ہاشم آمبور، تامل ناڈو میں رمضان المبارک کے اخیر عشرے کا اعتکاف بھی فرمایا اور اپنے مواعظِ حکمت سے شہر و بیرونِ شہر کے سینکڑوں افراد کو مستفیض فرمایا، پند و نصائح کے لیے آپ کے ملک و بیرونِ ملک کے اسفار بھی ہوئے اور ایک خلقِ عظیم نے آپ کی ذاتِ بابرکات سے نفع اٹھایا۔

وراثتِ ابدی: آپ نے کوئی نسبی اولاد نہیں چھوڑی؛ البتہ طلبہ و مسترشدین کی شکل کی میں ایک عظیم روحانی سلسلہ چھوڑ گئے، جو قیامت تک آپ کے نامۂ اعمال میں اضافے کا سبب ہوگا، ایسے ہی آپ کی کوئی ذاتی تصنیف نہیں ہے؛ مگر سفینوں کی جگہ ہزاروں سینوں میں آپ کے علمی جواہر پارے محفوظ ہیں، دارالعلوم دیوبند کے اکثر اساتذہ آپ کے فیض یافتہ اور آپ کے علوم کے امین ہیں، آپ کے قیمتی ملفوظات کو جواہراتِ قمر کے نام سے جمع کیا گیا ہے، جو طالبین وسالکین کے لیے ایک انمول تحفہ ہے۔

وفات: ۱۹؍جمادی الاخری ۱۴۴۶ھ، مطابق ۲۲؍دسمبر ۲۰۲۴ء، بہ روز: اتوار دیوبند میں طویل علالت کے بعد آپ کی وفات ہوئی، جانشینِ شیخ الاسلام امیر الہند حضرت مولانا سید ارشد مدنی صاحب دامت برکاتہم نے نمازِ جنازہ پڑھائی اور مزارِ قاسمی میں آپ کی تدفین عمل میں آئی۔ رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً